آپ اپنے نفس کے سچے مربی بن جائیں۔
تبتل کے حقیقی معنی اللہ کا رنگ اختیار کرنا ہے۔

(خطبہ جمعہ فرمودہ یکم اکتوبر ۱۹۹۳ء بمقام بیت الفضل لندن)

تشہد وتعوذ اور سورۃ فاتحہ کے بعد حضور انور نے درج ذیل آیتِ کریمہ تلاوت کی۔

فَاطِرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا وَّ مِنَ الْاَنْعَامِ اَزْوَاجًا ۚ يَذْرَؤُكُمْ فِيْهِ ؕ لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ ۚ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ ﴿۱۲﴾ (الشوریٰ:۱۲)

پھر فرمایا:۔

پیشتر اس سے کہ میں اس آیتِ کریمہ کے مضمون پر روشنی ڈالوں اور گزشتہ خطبہ کے تعلق میں مضمون کو آگے بڑھاؤں اجتماعات اور جلسوں سے متعلق ایک اعلان کرنا چاہتا ہوں یہ رواج کیونکہ اب عام ہوتا جارہا ہے کہ خطبوں کا آغاز اجتماعات کے ذکر سے ہو اس لئے وہ جماعتیں جواب اجتماعات منعقد کرنے والی ہیں ان کی طرف سے درخواستیں آتی رہتی ہیں اور ہم ان کو جمع وار مرتب کر رہے ہیں تا کہ جس حد تک ممکن ہو ان کا ذکر خیر چل پڑے تو ان کو بھی خوشی ہوگی اور وہ محسوس کریں گے کہ ہم بھی گویا اس خطبہ میں موجود ہیں اور حاضر ہیں اور سب دنیا میں ایسے اجتماعات کی تحریک بھی ہوتی رہے گی تو وقت کے لحاظ سے انشاء اللہ جب تک توفیق ہے اس وقت تک یہ ذکر چلتا رہے گا۔

مجلس انصار اللہ ضلع راولپنڈی اور مجالس خدام الاحمدیہ ضلع اوکاڑہ اور ضلع رحیم یار خان کے

سالانہ اجتماعات ۳۰ ستمبر سے شروع ہیں اور آج اختتام پذیر ہوں گے یعنی کل سے شروع ہوکر آج ختم ہونے والے ہیں، ضلع قصور کی تینوں ذیلی تنظیموں انصار خدام اور لجنہ کے سالانہ اجتماعات آج یکم اکتوبر کو منعقد ہو رہے ہیں۔

جماعت احمدیہ ماریشس کا جلسہ سالانہ یکم سے تین اکتوبر تک منعقد ہو رہا ہے، جماعتِ احمدیہ فرانس اپنا تیسرا جلسہ سالانہ دو تین اکتوبر کو منعقد کر رہی ہے، مجلس خدام الاحمدیہ ہالینڈ کا سالانہ اجتماع کل دو کو شروع ہو کر تین اکتوبر تک رہے گا۔

لجنہ اماء اللہ ہندوستان کے ماہ اکتوبر میں مختلف صوبوں میں اپنے اپنے صوبائی اجتماعات منعقد ہو رہے ہیں پہلے ایک مرکزی اجتماع ہوا کرتا تھا۔ لیکن چونکہ ملک پھیلا ہوا ہے اور بعض علاقوں میں جماعتیں بہت غریب ہیں ان کے لئے ممکن نہیں ہوتا تھا کہ سب قادیان اکٹھی ہو سکیں۔ قادیان جلسہ سالانہ پر اکٹھے ہو جاتے ہیں اور اجتماعات صوبائی صورت اختیار کر گئے ہیں کہ ہر صوبہ کا اجتماع الگ ہوتا ہے۔ تو صدر صاحبہ لجنہ صاحبزادی امۃ القدوس صاحبہ نے لکھا ہے کہ ان سب اجتماعات میں ان کو دعاؤں میں یاد رکھا جائے۔

مجلس خدام الاحمدیہ کوریا کا سالانہ اجتماع یکم اور دو اکتوبر کو منعقد ہو رہا ہے۔ کوریا میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے ایک دو سال سے نئی جماعت قائم ہوئی ہے اور بعض باہمت نوجوانوں نے یہ عہد کر رکھا ہے کہ ہم خود ہی اس جماعت کو قائم کریں گے اور خود ہی مشن کا انتظام کریں گے۔ جو عہد کر کے گئے تھے ان بے چاروں نے پہلے تو بہت خدمت کی مگر مالی حالات نے پھر اجازت نہ دی۔ اب ان کے بدلے کچھ اور خدام وہاں پہنچ گئے ہیں اور جاپان کی مجلس یا جماعت ہر لحاظ سے ان کی سرپرستی کرتی ہے اور ان کی مدد کرتی ہے۔ پس اس اجتماع میں رونق پیدا کرنے کے لئے جماعت جاپان سے بھی آٹھ خدام شرکت کے لئے کوریا تشریف لے گئے ہیں۔

جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے کہ پیغام تو سب کے لئے پیغامِ واحد ہی ہے لیکن اس موقع پر اتنا یاد کرا دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ گزشتہ عالمی بیعت کے بعد جو جلسہ .U.K پر ہوئی تھی جماعت میں تبلیغ کا ایک نیا ولولہ پیدا ہو چکا ہے اور ہر جگہ سے یہ خبر مل رہی ہے کہ وہ علاقے جو بیعت کروانے میں پیچھے رہ گئے تھے وہ بڑے جوش اور ولولے کے ساتھ نئے ارادے باندھ رہے ہیں

کہ ہم بھی انشاء اللہ آئندہ سالانہ بیعت میں بھرپور حصہ لیں گے اور جہاں خدا کے فضل سے کامیابیاں ملی تھیں ان کی طرف سے بعض جگہوں سے تو یہ اطلاع مل رہی ہے کہ ہم دگنا نہیں بلکہ کئی گنا زیادہ پھل حاصل کرنے کی اب کوشش کریں گے اور دوگنا کرنے کے ارادے تو عام مل رہے ہیں اس لئے ساری جماعت دعاؤں میں بھی شامل ہو اور تمام ذیلی تنظیمیں خصوصیت کے ساتھ اپنے اپنے دائرہ میں بھی کام کریں اور جماعت کے اجتماعی منصوبے میں بھی ان کی مددگار ہوں۔ جہاں جماعت کا اجتماعی منصوبہ چل رہا ہو وہاں ذیلی تنظیموں کا الگ ڈیڑھ اینٹ کی مسجد بنانے کا کوئی حق نہیں رہتا۔ وہاں ہر ذیلی تنظیم کا ممبر خواہ عورت ہو، مرد ہو، بچہ ہو وہ جماعت کی مجموعی حیثیت میں شامل ہو کر فردِ جماعت کے طور پر کام کرتا ہے اور جہاں نظامِ جماعت اجازت دیتا ہے کہ اپنے دائرہ میں کچھ اچھے کام الگ کرو تا کہ خصوصی جوش اور خصوصی توجہ کے ساتھ ایک خاص حلقے میں کام آگے بڑھے تو وہاں یہ بہت ہی مستحسن بات ہے۔ پس عمومی نظامِ جماعت کا احترام کرتے ہوئے اپنے دائرہ کار کے اندر جہاں تک آپ کو اجازت اور توفیق ہے آپ بھی اس کام کو آگے بڑھانے کی کوشش کریں اور یاد رکھیں کہ جب ہم پھل کی بات کرتے ہیں تو پھل تو آسمان سے ملتا ہے زمین پر کوشش ہوتی ہے۔ پس آپ کی کوئی کوشش کامیاب نہیں ہوگی جب تک آپ غیر معمولی طور پر دعائیں کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے اس کا فضل نہ مانگیں۔ آسمان ہی سے پانی اترتا ہے خواہ وہ زمین ہی سے اٹھتا ہو لیکن صاف شفاف حالت میں بخارات کی صورت میں چڑھتا ہے اور زمین کے گند چھوڑ جاتا ہے، یہی حال دعاؤں کا ہے وہ دعائیں ہی ہیں جو آسمان کا پانی بن کر اترا کرتی ہیں اور وہی دعائیں مقبول ہوتی ہیں جو انسان کی دنیوی آلودگی سے پاک ہو کر خالصۃً لِلّٰہ بخارات کی شکل میں اٹھتی ہیں اور وہی ہیں جو آسمان سے اللہ کی رحمتوں کا پانی بن کر برستا ہے اور اسی سے پھل لگتے ہیں۔ پس ضروری ہوا کہ ہم کوششیں تو بہر حال کریں لیکن پھلوں کی توقع اللہ سے رکھیں اور ایسی دعائیں کریں جو آسمان پر مقبول ٹھہریں اور ہم پر اللہ کے فضل بن کر برسیں۔ پس آپ سب کے لئے یہ پیغام واحد ہے۔

اب میں اس مضمون کی طرف واپس آتا ہوں جو گزشتہ جمعہ میں چل رہا تھا۔ میں نے اِس آیت کی تلاوت کے بعد کہ وَمِنۡ كُلِّ شَیۡءٍ خَلَقۡنَا زَوۡجَيۡنِ لَعَلَّكُمۡ تَذَكَّرُوۡنَ ہم نے ہر چیز کا جوڑا پیدا کیا ہے تا کہ تم نصیحت پکڑو۔ فَفِرُّوۡۤا اِلَى اللّٰهِ نصیحت کیا ہے؟ فِرُّوۡۤا

اِلَى اللّٰهِ ، اللہ کی طرف دوڑو اِنِّىْ لَكُمْ مِّنْهُ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ میں تمہیں اس کی طرف کھلا کھلا ڈرانے والا ہوں۔ وَلَا تَجْعَلُوْا مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ (الذریٰت: ۵۰-۵۱) خدا کے سوا کسی اور کو معبود نہ بنانا۔ اِنِّىْ لَكُمْ مِّنْهُ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ میں اللہ کی طرف سے تمہارے لئے ڈرانے والا ہوں ۔ یہ گزارش کی تھی کہ جوڑے تو دنیا میں بہت ہیں ۔ خدا کے سوا ہر چیز جوڑا جوڑا ہی ہے لیکن اللہ کے ساتھ انسانی روح کا جو تعلق ہے وہ خدا تعالیٰ سے آخری جوڑ ہے اسی مضمون کے تعلق سے اب میں نے ایک ایسی آیت کی تلاوت کی ہے جو اس مضمون پر روشنی ڈالتی ہے اور ایک غلط فہمی کا ازالہ کرتی ہے۔ جوڑے کے مضمون میں خدا تعالیٰ کی طرف دوڑنے سے کسی کو یہ وہم پیدا ہوسکتا ہے کہ **نعوذ باللہ، اللہ ہمارا جوڑا ہے خدا سے جوڑ ہونا اور بات ہے** لیکن خدا کا جوڑا ہونا بالکل اور بات ہے چنانچہ یہ آیت کریمہ جس کی میں نے تلاوت کی ہے یہ جوڑے کا مضمون بیان کر کے اس وہم کو دور فرماتی ہے کہ خدا کا بھی کوئی جوڑا ہوسکتا ہے فرمایا فَاطِرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وہ زمین و آسمان کا پیدا کرنے والا ہے جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا اس نے تمہارے جوڑے تم ہی میں سے پیدا کئے ہیں۔

جوڑوں کا مضمون ایک ہی قسم کے نفوس سے باہم تعلق کو چاہتا ہے جب نفوس ایک ذات سے تعلق رکھتے ہوں تو جوڑے بن سکتے ہیں ورنہ کوئی جوڑا نہیں بن سکتا جیسا کہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ دوسری جگہ فرماتا ہے کہ اَنّٰى يَكُوْنُ لَهٗ وَلَدٌ وَّلَمْ تَكُنْ لَّهٗ صَاحِبَةٌ (الانعام: ۱۰۲) کہ خدا کا بیٹا ہو کیسے سکتا ہے وَلَمْ تَكُنْ لَّهٗ صَاحِبَةٌ اس کی کوئی صاحبہ نہیں ہے پس جہاں بیٹے کا مفہوم ہوگا وہاں صاحبہ کا مفہوم بھی آ جائے گا، جہاں جوڑے کا مفہوم ہوگا وہاں مذکّر اور مؤنث کا مضمون بھی ذہن میں آجاتا ہے۔ ایک جوڑے کی ایک قسم اور ایک جوڑے کی دوسری قسم، تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تمہارے نفوس میں سے تمہیں جوڑے بنایا يَذْرَؤُكُمْ فِيْهِ ، تاکہ وہ تمہاری پرورش کا انتظام کرے، تمہاری نشو ونما کا انتظام کرے۔ بیج سے جس طرح ان صفات کی پرورش ہوتی ہے جن کو بیج لئے ہوئے ہوتا ہے اور اس نوع کے پودوں کی نشو ونما ہوتی ہے جس سے وہ بیج بنتا ہے جہاں تک خدا کی ذات کا تعلّق ہے فرمایا 'لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ' اس جیسی کوئی چیز نہیں تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر اس جیسی کوئی چیز نہیں تو پھر خدا 'فِرُّوْٓا اِلَى اللّٰهِ' کا حکم کیوں دیتا ہے اور دوسری جگہ اس

مضمون کو اور آگے بڑھاتے ہوئے فرماتا ہے کہ فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِیْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا (الروم:۳۱) کہ اللہ کی فطرت ہے جس پر اس نے لوگوں کو پیدا فرمایا ہے۔ الناس کو پیدا فرمایا ہے ایک طرف یہ بیان کہ خدا جیسا کوئی نہیں اور دوسری طرف یہ بیان کہ خدا نے اپنی فطرت پر سب کو پیدا کیا ہے۔ اس مضمون پر روشنی ڈالتے ہوئے بعض احادیث بھی آپ کے سامنے رکھوں گا لیکن میں بنیادی طور پر یہ تضاد دور کر دینا چاہتا ہوں جو بعض ذہنوں میں خلش پیدا کر سکتا ہے کہ یہاں کچھ کہا جا رہا ہے وہاں کچھ کہا جا رہا ہے۔ ایک جگہ فرمایا کہ تم سب جوڑے جوڑے ہو پس اللہ کی طرف دوڑو، حالانکہ انسان تو اپنے جوڑے کی طرف دوڑا کرتا ہے تو کیا بات ہے جب اس کا جوڑا ہی کوئی نہیں تو اس کی طرف کوئی دوڑے ہی کیوں؟ پھر دوسری جگہ فرمایا لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ اس جیسی تو کوئی مثل نہیں جب اس جیسی مثل ہی کوئی نہیں تو غیر مثل کا اس سے جوڑ کیا ہوا؟ اور پھر فرمایا کہ فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِیْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا اللہ کی فطرت ہے اللہ کا مزاج ہے جس پر خدا تعالیٰ نے ہر چیز کو پیدا فرمایا ہے۔

''فِطْرَتَ اللّٰهِ'' والی جو یہ آیت ہے اس نے کئی ذہنوں میں خلش پیدا کی اور کئی ترجمہ کرنے والوں نے اس کے مختلف ترجمے کئے تا کہ اس تصوّر سے نجات پالیں کہ گویا خدا نے کسی کو واقعۃً اپنی فطرت پر پیدا کیا اور ترجموں کی یہ کوشش عربی کے دائرے کے اندر رہی ہے، اس کے مخالف نہیں رہی یعنی عربی اجازت دیتی ہے کہ ایسے ترجمے کئے جائیں کہ جن سے یہ ظاہر نہ ہو کہ خدا کی فطرت پر انسان کو پیدا فرمایا گیا ہے بلکہ یہ ترجمہ کیا جائے کہ وہ فطرت جو اللہ نے پیدا کی ہے یعنی دنیا میں جس کو نیچر کہتے ہیں جو خدا نے پیدا فرمائی ہے اس پر انسان کو پیدا کیا گیا ہے۔ یہ ترجمہ جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے غلط نہیں ہے کیونکہ عربی الفاظ اس کے متحمل ہیں لیکن مَیں آپ کو نمایاں طور پر جو توجہ دلانا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ میں یقین رکھتا ہوں کہ وہ ترجمہ بھی درست بلکہ اوّل ہے کہ اللہ نے اپنی فطرت پر انسان کو پیدا فرمایا ہے لیکن اس کا مطلب کیا ہے۔ پھر لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ والا مضمون کہاں چلا گیا؟ بات یہ ہے کہ ہر خالق کی اپنی تخلیق پر ایک چھاپ ہوتی ہے اور ناممکن ہے کہ خالق کی فطرت کی چھاپ اس کی تخلیق پر نہ ہو۔ ایک مصوّر ہے وہ ایک بہت خوبصورت تصویر بناتا ہے یا بھدّی تصویر بناتا ہے جیسی بھی تصویر بناتا ہو اس مصوّر کا جو اندرونی مزاج ہے اس کے تصوّر کا منتہیٰ کہ وہ کیا

چاہتا ہے وہ سب چیزیں کسی نہ کسی نامکمل حالت میں اس کی تصویر میں ضرور ظاہر ہوتی ہیں اور اگر وہ فن میں قابل ہو تو کامل طور پر اس کی چھاپ ہو جائے گی۔ تبھی جو ماہرین ہیں وہ قیمتی پینٹنگز کو ان کی طرز سے پہچانتے ہیں۔ دنیا میں بڑے بڑے دھوکہ دینے والے ایسے شخص پیدا ہوئے ہیں جن کو خدا نے تصویروں کی نقل اتارنے کا فن بخشا ہے کچھ عرصہ پہلے امریکہ میں ایک مقدمہ چلا تھا کہ ایک شخص نہایت چوٹی کے مصوّروں کی تصویروں کی ایسا عمدہ نقل اتارتا تھا کہ کوئی عام آدمی پہچان نہیں سکتا تھا خواہ اسے اس فن سے کیسا ہی تعلق ہو وہ کافی قیمت وصول کرتا تھا وہ تصویریں جب پکڑی گئیں تو اس پر بڑا بھاری مقدمہ چلا کہ یہ دھوکا دے کر لوگوں سے پیسے وصول کرتا ہے حالانکہ تصویریں وہ خود بنا رہا ہے اور یہ چوٹی کے بڑے بڑے مصوّر جن کی تصویروں کی نقل اتاری گئی ہے ان پر یا ان تصویروں کے مالکوں پر ظلم ہے، آخر پر اس کے حق میں فیصلہ اس لئے ہوا کہ اس کے نیچے وہ اس مصور کے دستخط نہیں کرتا تھا اس کی پشت پر اپنے دستخط کیا کرتا تھا اور قیمت وہ وصول کرتا تھا جو اس اصل تصویر کی ہو ہی نہیں سکتی، اگر اصل تصویر کی قیمت کے لگ بھگ یا برابر وصول کرتا تو پھر تو اس کا فراڈ ثابت ہو جاتا لیکن عام نقّال سے زیادہ اور اصل سے کم قیمت وصول کرتا تھا۔ چنانچہ عدالت نے اس کے حق میں فیصلہ دے دیا۔

لیکن پہچانا کیسے گیا؟ اس طرح کہ جو چوٹی کے ماہرین ہیں وہ ہر مصور کا مزاج ایسا سمجھتے ہیں کہ وہ تصویر سے مصور کا مزاج پہچانتے ہیں اور ان کی نظر میں مصور کا مزاج اتنا واضح پہچانا جاتا ہے کہ وہ صاف بتا سکتے ہیں کہ یہ تصویر فلاں کے سوا اور کسی کی ہو ہی نہیں سکتی یا یہ تصویر اس کی نہیں ہو سکتی، کسی بھی اور کی ہوگی تو یہ ایسے نامکمل مصور کا ذکر چل رہا ہے جو اپنی خواہش کو اپنی تصویر میں تمام تر پیش کر ہی نہیں سکتے کیونکہ انسانی کمزوریاں لاحق ہو جاتی ہیں۔ ایک دفعہ میں نے ذکر کیا تھا کہ ایک مصوّر کو فرانس کے ایک بادشاہ نے ایک تصویر بنانے کے لئے حکم دیا جو چھت کے اوپر تصویر بنا رہا تھا اس نے بہت لمبی عمر اس میں گزار دی۔ وہ تصویر بنی ہوئی آج تک موجود ہے اور دنیا کے عظیم شاہکاروں میں سے ہے۔ میں نے بھی وہ دیکھی ہے حیرت انگیز کام ہے۔ انسان یقین نہیں کر سکتا کہ کسی نے تقریباً ایک عمر کی محنت میں کسی بڑی جگہ پر کھڑے ہو کر جس طرح کہ مزدور اپنے کام کے لئے بناتے ہیں یوں الٹا سر اوپر اٹھا کر وہ تصویریں بنائی ہیں لیکن سب کچھ بنانے کے بعد جب اس نے ایک عمومی نظر سے اس

تصویر کو دیکھا تو جو اس کی آرزو تھی وہ نہیں تھی اور اپنی ناکامی کے غم میں اسی جگہ سے چھلانگ لگا کر اس نے خودکشی کر لی تو جو کم نظر لوگ ہیں ان کو بعض دفعہ تصویریں بہت ہی خوبصورت اور اعلیٰ دکھائی دیتی ہیں لیکن مصوّر جو صاحبِ فن ہے وہ جانتا ہے کہ اس کے دل کی اصل تمنا ظاہر نہیں ہوئی اسی طرح شعروں کا حال ہے۔ بعض شعروں پر لوگ داد دے رہے ہوتے ہیں لیکن شاعر جانتا ہے کہ جو مَیں کہنا چاہتا تھا، کہہ نہیں سکا۔ غالب کے متعلق آتا ہے کہ اس نے اپنے دیوان کے اتنے حصے ضائع کئے ہیں کہ اگر وہ سارے محفوظ ہوتے تو بہت ضخیم کتاب بنتی لیکن نہ صرف یہ کہ وہ ہر شعر پر بار بار محنت کرتا تھا بلکہ جو چاہتا تھا سمجھتا تھا کہ میں وہ ادا نہیں کر سکا۔ اس لئے جو اس نے کہا اس میں سے بہت سا حصہ اس نے ناراض ہو کر ضائع کر دیا کہ اس لائق نہیں ہے کہ دنیا کے سامنے پیش کروں۔

پس ہر مصور کا ایک نقش ہے جو اس کی تصویر پر چھپ جاتا ہے ہر شاعر کا ایک نقش ہے جو اس کے شعروں میں مضمون بن کر داخل ہو جاتا ہے اس شعر کی فطرت بن جاتا ہے اور وہ شاعر ہی کی فطرت ہے جو شعر کی فطرت ہوتی ہے لیکن اللہ تو صناعی میں اور اپنے مضمون کو بیان کرنے میں اور اپنی تخلیق میں درجہ کمال رکھتا ہے اس سے اوپر کا درجہ ہو نہیں سکتا هُوَ الْخَلّٰقُ الْعَلِيْمُ (الحجر:۸۶) ہے۔ اس لئے یہ کہنا کہ خدا نے اپنی فطرت انسان پر نقش نہیں کی یا نہیں کر سکا یہ غلط ہے لیکن درجہ کمال تک وہ فطرت نقش ہو چکی ہو تب بھی خالق اَور ہے اور مخلوق اَور ہے کسی شعر کو آپ شاعر نہیں کہہ سکتے۔ اس جیسا ہے ہی نہیں یعنی اس جیسا ہوتے ہوئے بھی ویسا نہیں کتنی عظیم تصویر ہی کیوں نہ ہو مگر اس تصویر کو آپ مصوّر نہیں کہہ سکتے۔ تصویر، تصویر رہے گی مصوّر، مصوّر رہے گا حالانکہ مصوّر کا اندرونہ، اس کی فطرت، اس کا مزاج، اس کی بلند اور نازک خیالی یہ سب چیزیں اس تصویر میں موجود ہوتی ہیں، اسی طرح شعر کا حال ہے تو خالق ہمیشہ اپنی مخلوق سے الگ رہے گا اور خالق کی مخلوق خواہ کیسے ہی درجہ تک نہ پہنچی ہو وہ خالق نہیں کہلا سکتی یا خالق کی مثل بھی نہیں کہلا سکتی۔ آپ کبھی بھی یہ نہیں کہہ سکتے کہ یہ تصویر تو فلاں مشہور مصوّر کی مثل ہے تو 'لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ' کا مضمون متضاد نہیں ہے بلکہ یہ توجہ دلا رہا ہے کہ خدا تعالیٰ نے جو فطرت پیدا فرمائی ہے اور انسان کو جس فطرت پر پیدا فرمایا ہے وہ اس میں اپنی تمام تر خوبیوں کے ساتھ چمک بھی اٹھے گی تب بھی وہ خالق کا شریک نہیں ہو سکتا۔

چنانچہ فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِيْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا کی بہترین مثال حضرت اقدس

محمد رسول ﷺ ہیں۔ وہ فطرت وہ ہے جو اللہ کے نور کے ساتھ چمکی ہے اور پہلے ہی اتنی روشن تھی کہ قرآن گواہی دیتا ہے کہ اگر آسمان سے یہ نور کا شعلہ نہ بھی اترتا تو تب بھی اس نے بھڑک اٹھنا تھا یعنی اپنی ذات میں چمک اٹھنے کے لئے تیار تھی کیونکہ بالکل شفاف تھی اور اگر شفاف تھی تو پھر اللہ کی فطرت پر تھی اللہ کا جلوہ اس میں دکھائی دینا چاہئے تھا۔ پس نبوت سے پہلے بھی حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ میں اللہ کا جلوہ ان آنکھوں کو جو دیکھ سکتی تھیں، نمایاں طور پر دکھائی دیتا تھا لیکن جب آسمان سے الہام کا نور اترا ہے تو فرمایا نُوْرٌ عَلٰى نُوْرٍ (النور:۳۶) ایک نور دوسرے نور میں مدغم ہو گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ اس نور کا اتصال ہے جو اس نے پیدا فرمایا تھا اور یہاں اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ (البقرہ:۱۵۷) کا مضمون ایک اور شان کے ساتھ صادق آتا ہے، لوگ تو مرنے کے بعد خدا کی طرف واپس جانے کا سوچتے ہیں۔ آنحضور ﷺ اسی لمحہ خدا میں جا ملے تھے جب نُوْرٌ عَلٰى نُوْرٍ کا مضمون آپ کے حق میں بیان فرمایا گیا لیکن خدا نہیں تھے لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ اللہ جیسا کوئی نہیں، اسی نور مجسّم کو فرمایا کہ یہ اعلان کر دے:

اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰۤى اِلَىَّ اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ (الکہف:۱۱۱)

تجھے دیکھ کر یہ تعجب میں مبتلا ہوں گے جو تجھے قریب سے جانتے ہیں وہ حیرت میں ڈوب جائیں گے کہ خدا کا ایسا کامل مظہر اس سے پہلے کبھی دکھائی نہیں دیا۔ نہ سوچا جا سکتا ہے ان سب کے سامنے یہ اعلان کر کہ قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ان سب باتوں کے باوجود میں تمہاری طرح کا ایک بشر ہی ہوں اس سے زیادہ میری کوئی حیثیت نہیں۔ يُوْحٰۤى اِلَىَّ اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ہاں ایسا بشر ہوں جس پر وحی نازل ہو رہی اور اس وحی کا خلاصہ یہ ہے کہ تمہارا اِلٰهٌ ایک ہی ہے اور کوئی الہٰ نہیں۔

پس خدا تعالیٰ کا اپنی مثل پیدا کرنے کا سوال ہی نہیں لیکن اپنی فطرت پر پیدا کرنے کا یہ مطلب ہے کہ خدا تعالیٰ کے ساتھ آخری اتصال کے لئے الٰہی صفات حاصل کرنے کی صلاحیت بندوں میں رکھ دی ہے کیونکہ اس کے بغیر محبت کا اتصال ہو ہی نہیں سکتا۔ یہ وجہ ہے کہ خدا تعالیٰ انسان کا آخری جوڑ ہے جس طرح ایک قطرہ سمندر میں ڈوب کر سمندر میں داخل ہو جاتا ہے مگر سمندر قطرے کا جوڑ نہیں ہے لیکن فرق یہ ہے کہ قطرہ سمندر کا مثل ضرور ہوتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

کہ بندہ میرا مثل بھی نہیں ہے۔کوئی میرا مثل نہیں ہے لیکن بندے میں میں نے اپنی صفات کو اختیار کرنے کی صلاحیت عطا فرمائی ہے۔پس غیر ہوتے ہوئے،خدا جیسا نہ ہوتے ہوئے بھی وہ خدا تعالیٰ کا رنگ اختیار کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ یہ معنیٰ ہے اللہ کی فطرت پر بندے کا پیدا کرنا اور ان معنوں میں جس نے ایسی عظیم صلاحیت حاصل کی کہ وہ اپنی ذات کو بالکل مٹا دیا اور کلیۃً الٰہی صفات میں رنگا گیا اس کو احتیاط کے طور پر دنیا کو سمجھانے کے لئے یہ اعلان کرنے پر مامور فرمایا گیا کہ قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ان سب رنگوں کے باوجود جو تم مجھ میں خدا کے رنگ دیکھتے ہو میں ایک بشر ہوں،بشر سے زیادہ میری کوئی حیثیت نہیں ہے۔

یہ بات توجہ کے لائق ہے کہ اگر خدا تعالیٰ نے اپنی فطرت پر انسان کو پیدا نہ کیا ہوتا تو انسان کے لئے خدا تعالیٰ سے محبت کرنے کا کوئی سوال باقی نہ رہتا۔محبت کے لئے کچھ ایسی اقدار کی ضرورت ہوتی ہے جو دونوں میں مشترک ہوں۔اقدار کے مشترک ہونے کا مضمون بڑا گہرا اور باریک ہے۔ یہ مراد نہیں ہے کہ صرف ایک خوبصورت آدمی ایک خوبصورت چیز سے محبت کر سکتا ہے لیکن اس کی فطرت کے اندر حسن کا ایک تصور موجود ہے اور ہر شخص کا حسن کا تصور الگ الگ ہے جہاں وہ اپنے حسن کے تصور کو واقعۃً مشہود صورت میں دیکھتا ہے،اس کا مشاہدہ کیا جا سکتا ہے۔ایک وجود کی صورت میں ڈھلا ہوا دیکھتا ہے تو وہاں اس کا اس وجود پر عاشق ہونا ایک طبعی امر ہے اور ایسا امر ہے جس پر اس کا اختیار ہی کوئی نہیں رہتا۔ناممکن ہو جاتا ہے کہ اس کی محبت میں وہ مبتلا نہ ہو لیکن ضروری نہیں کہ اس کا مثل ہو۔ غیر مثل ہوتے ہوئے محبت کرتا ہے۔ایسے ایسے خوفناک انسانوں کو ایسے ایسے خوبصورت وجودوں سے محبت ہو جاتی ہے کہ آدمی سوچ بھی نہیں سکتا کہ ان کے درمیان کوئی قدر مشترک ہوگی لیکن ہو جاتی ہے۔

پیرس میں ایک چرچ نوتـخدام (Notredame) ہے یعنی My Lady کا چرچ اس کا نام ہے ’ہماری لیڈی‘ اس کے اوپر فرانس کے ایک ناول نگار نے ایک ناول لکھا ہے جس کا نام ہے Hunch back of Notredame میں نے انگلش میں اس کا ترجمہ پڑھا تھا۔مطلب ہے ’نوٹرڈم کا کبڑا‘ اس میں کہانی یہ بیان کی گئی ہے کہ اس چرچ میں ایک خادم تھا جو کبڑا تھا اس کو ایک لڑکی سے محبت ہو گئی ہے جو ہر لحاظ سے اپنے حسن میں اپنی سیرت میں کامل ہے (غالباً حضرت Marry کے تصور کی کوئی لڑکی ہے یا اس سے ملتا جلتا کوئی مضمون تھا) اور یہ شخص بے چارہ نہایت ہی

بھیانک خوفناک قسم کا کیڑا جس کے جسم کے سارے اعضاء ایک دوسرے سے الگ الگ ہیں یعنی ایک عضو کو دوسرے سے مناسبت نہیں ہے اور اس کا عشق درجہ کمال تک پہنچا ہوا ہے۔ یہ کتاب چونکہ ایک خاص نفسیاتی نقطۂ نگاہ سے لکھی گئی تھی اس لئے اس کا شمار عام ناولوں میں نہیں ہوتا بلکہ اس کو ناولوں کی دنیا میں اس وجہ سے ایک غیر معمولی اہمیت دی جاتی ہے کہ انسانی فطرت پر گہری نظر رکھتے ہوئے اس نے عاشق اور معشوق کا ایک موازنہ کیا ہے اور غور کرنے والے کے لئے اس میں بہت مواقع ہیں کہ محبت کے مضمون کو سمجھ سکے۔ پس وہاں کیا جوڑ ہے بھلا؟ لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ میں جو مضمون ہے وہ کسی حد تک یہاں بھی مل رہا ہے لیکن جب خدا کہتا ہے لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ تو وہاں اس کیڑے کو حضرت مریم کے حسن سے جو مناسبت تھی اس سے بہت ہی زیادہ، اتنی زیادہ دوری پیدا ہو جاتی ہے کہ آدمی اس کا کوئی تصور بھی نہیں کر سکتا۔ گوبر کے ایک کیڑے کو انسان سے کیسے محبت ہوسکتی ہے، مناسبت کوئی نہیں لگتی لیکن انسان اس کا خالق نہیں ہے اس لئے قدر مشترک نہیں لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنی ہر خلق میں اپنی کوئی چھاپ رکھی ہے اور جہاں تک انسان کا تعلق ہے اس کو اپنی فطرت پر پیدا فرمایا ہے اس کو اپنی صفات کے مشابہ ایسی صفات سب سے زیادہ دیں کہ ان صفات سے محبت کی صلاحیت پیدا ہوگئی ہے۔ پس حسن کا وہ موہوم تصوّر جو اس کیڑے کے دل میں تھا وہ قدر مشترک تھی لیکن مماثلت کوئی نہیں تھی۔ وہاں وہ حسن ایک خوبصورت پیکر کی صورت میں جلوہ گر تھا۔ یہاں یہ حسن ایک مبہم موہوم تصور کی صورت میں دل کے اندر بیٹھا ہوا ہے، جما ہوا ہے، فطرت کا نقش بنا ہوا ہے۔ اسی مضمون پر غور کرتے ہوئے پرانے فلسفیوں نے حسن کی ایک یہ بھی تعریف کی ہے کہ حسن اس چیز کو کہتے ہیں جو انسان واضح طور پر جانتا تو نہیں کہ کیا ہے لیکن یہ جانتا ہے یعنی اس کی فطرت میں یہ بات نقش ہے کہ اللہ کے قریب جو چیز ہے وہ حسین ہے اور جو اللہ سے دور ہے وہ بدصورت ہے۔

پس خدا کے تصوّر کا حسن کے تصوّر کے ساتھ جو جوڑ ہے وہ انہی معنوں میں جوڑ ہے کہ خدا کا مثل تو نہیں لیکن ایک جوڑ ہے۔ یہ وہی جوڑ ہے جو ہر انسانی فطرت میں موجود ہے اور ان معنوں میں ہی فِرُّوْٓا اِلَى اللّٰهِ کا حکم ہے۔ فرمایا گیا ہے جوڑوں کے ساتھ تمہارا تعلق ہو جائے گا، تمہاری محبتیں رہیں گی لِتَسْكُنُوْٓا اِلَيْهَا (الروم:۲۲) تک فرمایا۔ بیوی تمہارے لئے پیدا کی گئی اس لئے کہ تم اس سے سکینت حاصل کرو لیکن اطمینان نصیب نہیں ہوسکتا جہاں تک طمانیت کا تعلق ہے فرمایا

اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ ﴿۲۹﴾ (الرعد: ۲۹) اللہ کے ذکر کے سوا تمہیں طمانیت نصیب نہیں ہوگی۔ بیوی سے وقتی سکون مل جایا کرے گا۔ تھکاوٹ دور ہو جایا کرے گی لیکن وہ طمانیت جو اس حسن کامل تک پہنچنے سے آخری صورت میں نصیب ہو سکتی ہے، جس کا ایک نقش تمہاری فطرت میں موجود ہے اس کی تمہیں تلاش ہے لیکن پتا نہیں کہ وہ کیا ہے اور کہاں ہے اس کی طرف دوڑو۔ خدا تعالیٰ کا رسول ﷺ تمہارے سامنے اعلان کر رہا ہے کہ اس کے سوا تمہیں کہیں طمانیت نہیں ملنی۔ اگر جوڑوں کے ساتھ اس طرح دل لگا کر بیٹھ رہو گے کہ وہی تمہاری خواہشات کا آخری مرجع بن جائیں گے یعنی انہی کی طرف خواہشات لوٹیں گی اور وہیں کھڑی ہو جائیں گی تو پھر تم ناکام رہو گے تمہیں کبھی حقیقی اطمینان نصیب نہیں ہو سکتا پس اللہ کے ساتھ جو انسان کا تصور وابستہ ہے وہ دراصل اسی قسم کا محبت کا تعلق ہے۔

جس شخص سے یا جس چیز سے انسان حقیقت میں زیادہ محبت کرنے لگتا ہے وہی اس کا معبود بن جاتی ہے چنانچہ قرآن کریم نے ہمیں اس سلسلہ میں بھی متنبہ فرمایا ہے۔ فرمایا کہ ایسے لوگوں کی طرح نہ بننا جو اپنی ھواء کو الٰہ بنا لیتے ہیں، اپنے دل کی خواہشات کی پرستش شروع کر دیتے ہیں کیونکہ خواہش کا انسان کے ساتھ عاشق اور معشوق کا سا جوڑ ہوتا ہے اور جتنی زیادہ خواہش بڑھے اتنی اس کو حاصل کرنے کی تمنا بڑھ جاتی ہے تو ہر شخص کے دل میں جو بت ہیں وہ ضروری نہیں کہ مجسّم بت ہوں۔ تمنائیں بت بن جاتی ہیں اور ان کے حصول کے لئے بعض دفعہ اتنی شدّت دل میں پیدا ہو جاتی ہے اور ان کی کشش پیدا ہو جاتی ہے کہ ان کے بغیر انسان کو چین نہیں آتا۔ یہ بات بالآخر انسان کو شرک تک پہنچا دیتی ہے۔ فرمایا کہ دیکھو تم اپنی تمناؤں کی عبادت نہ کرنے لگ جانا۔

تبتّل الی اللہ کا مضمون اس مضمون سے تعلق رکھتا ہے قرآن جب کہتا ہے کہ اللہ کی طرف تبتّل اختیار کرو قرآن جب کہتا ہے کہ فَفِرُّوْٓا اِلَى اللّٰهِ اللہ کی طرف فرار اختیار کرو تو اس کو سمجھنا چاہئے کہ کس چیز سے کس طرف فرار ہے۔ اللہ کا وجود تو ہر جگہ ہے جس طرف آپ منہ پھیریں گے وہاں خدا دکھائی دے گا تو پھر فرار کیسا؟ کہاں سے؟ کس طرف کو فرار؟

اس مضمون میں ایک اور آیت جو پوری نہیں پڑھی گئی یہ بھی ہے صِبْغَةَ اللّٰهِ ۚ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبْغَةً ۫ وَّنَحْنُ لَهٗ عٰبِدُوْنَ ﴿۱۳۹﴾ (البقرہ: ۱۳۹) کہ اللہ کا ایک رنگ ہے وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبْغَةً اللہ سے زیادہ بہتر، اللہ سے حسین تر رنگ اور کس کا ہو سکتا ہے

وَنَحۡنُ لَهٗ عٰبِدُوۡنَ ہم تو اسی کی عبادت کریں گے، اسی کی عبادت کرنے والے ہیں۔ یہاں بھی مفسّرین اور مترجمین نے بہت احتیاط سے کام لیا ہے اور کوشش کی ہے کہ اللہ کی طرف رنگ منسوب نہ کریں جبکہ قرآن کر رہا ہے ان کی نیک نیت یہ ہوتی ہے کہ کوئی عام آدمی غلطی سے یہ نہ سمجھ بیٹھے کہ خدا بھی کوئی رنگدار چیز ہے اور اس رنگ کو پکڑ و حالانکہ عام انسان روزمرہ کے محاورے میں رنگ کا مضمون سمجھتا ہے اس سے مراد اس کی فطرت کے نقوش ہیں اس کی ادائیں ہیں، اس کی اپنی شخصیت کا ایک رنگ ہے۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی یہاں صِبۡغَةَ کا ترجمہ دین کیا ہے تا کہ عامۃ الناس اس مضمون کو سمجھ لیں۔ دین بھی دراصل انسانی صفات کے مجموعہ کو کہا جا سکتا ہے اس کا اسلوب اس کا مسلک یہ سب دین کہلاتا ہے۔ تو حضرت مصلح موعودؓ نے وہ لفظ چنا ہے جو رنگ کے قریب ترین ہے۔

لیکن سیدھی صاف بات جو دکھائی دے رہی ہے وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا کچھ مزاج ہے، اللہ تعالیٰ کی صفات ہیں اس مزاج سے حسین تر کوئی مزاج نہیں، ان صفات سے زیادہ دلکش اور کوئی صفات نہیں ہیں ان کو اختیار کرو۔ ان کو اختیار کرو گے تو پھر تم جس بنا پر جس رنگ میں تمہاری تخلیق فرمائی گئی ہے تم اس تخلیق کے درجہ کمال تک پہنچ جاؤ گے۔ مطلب یہ ہے کہ ہر انسان کو فطرت پر پیدا فرمایا گیا ہے لیکن ہر انسان میں الٰہی رنگ دکھائی نہیں دے رہے۔ اس لئے کہ یہاں اس فطرت کے اندر جو نقوش ہیں وہ ابھی چاہتے ہیں کہ ان میں رنگ بھرے جائیں۔ بعض بچوں کی ایسی کتابیں ہوتی ہیں جس میں بظاہر صفحہ خالی ہوتا ہے اور کچھ دکھائی نہیں دیتا لیکن جب بچے ان پر مختلف رنگوں کی پنسلیں پھیرتے ہیں تو اندر سے نقوش اٹھنے لگتے ہیں اور دیکھتے دیکھتے وہ تصویر ابھر آتی ہے۔ بچپن میں مجھے یاد ہے حضرت مصلح موعودؓ غالباً بمبئی سے یا کسی سفر سے ایسی کھیلیں بچوں کے لئے لے آئے تھے اور ہم بہت حیران ہوا کرتے تھے کہ خالی صفحہ ہے مگر ایک خاص پنسل تھی جس کو اس پر بار بار پھیرنا پڑتا تھا اور پنسل کے پھیرتے پھیرتے اندر سے نقوش ابھر رہے ہوتے تھے اور بڑے خوبصورت نقوش ابھر آتے تھے۔ تو یہ مراد ہے کہ تمہاری فطرت میں خدا کا نقش ہے تو سہی لیکن تمہاری نظر سے اوجھل ہے، غائب ہے۔ وہ تمہارے لئے مٹ سا گیا ہے اور کسی کو دکھائی نہیں دیتا۔ تم باشعور طور پر اللہ کے رنگ اس میں بھرو اور جب خدا کے رنگ بھرو گے تو اس فطرت میں سے ایک الٰہی نور نکلے گا خدا کی شکل تو

کوئی نہیں لیکن اس کی صفاتِ حسنہ اس کے وجود کا تشخص کرتی ہیں۔

پس وہ صفات حسنہ تمہاری ذات میں اس طرح ظاہر ہوں گی کہ تم مظہر خدا بن جاؤ گے، تمہارے اندر خدا دکھائی دینے لگے گا۔ پس حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وسلم کے عشق میں جو مضمون سب سے زیادہ بیان فرمایا وہ یہی ہے کہ میں اس کو خدا تو نہیں کہہ سکتا مگر خدا نما ضرور تھا۔ ایسا خدا نما کہ کبھی ایسا اور خدا نما آپ کو کہیں دکھائی نہیں دے گا، نہ پیدا ہوا نہ ہوسکتا ہے۔ خدا نما تبھی ہوسکتا ہے کہ اگر خدا کی شکل اس میں دکھائی دے یعنی ان معنوں میں شکل جو میں بیان کر چکا ہوں۔ خدا کے رنگ اس میں دکھائی دیں۔ خدا کی فطرت اس میں دکھائی دے۔ یہ مضمون واضح ہونے کے بعد اب مَیں وہ حدیث پڑھتا ہوں جس کا مَیں نے ذکر کیا تھا اور جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وسلّم نے واضح الفاظ میں فرمایا **ان الله عزوجل خلق ادم علی صورته** (مسند احمد جلد ۲ صفحہ: ۳۲۳) اور اس طرح وہ جو اشتباہ تھا وہ دور فرما دیا کہ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ اللہ کی فطرت پر پیدا ہو **علی صورته** کا تو پھر اور مطلب نکلتا ہی نہیں۔ جو خدا کی صورت ہے اس پر پیدا فرمایا ہے اور اللہ کی صورت کیا ہے؟ اللہ کی صورت صفاتِ حسنہ ہیں اس کے سوا اس کی کسی صورت کا کسی کو علم نہیں تو یہاں جو ہمارے ہاں سیرت کہلاتی ہے اللہ کے ہاں وہی صورت بن گئی ہے کیونکہ وہ لطیف تر وجود ہے۔ ہر لطیف وجود کا جسم بھی دوسروں کے مقابل پر لطیف ہوتا ہے تو خدا کا چونکہ جسم کوئی نہیں ہے اس لئے اس کی صورت صفات کی صورت میں ہے اور مرنے کے بعد ہماری روح کی بھی صورت صفات کی صورت بن جائے گی اور وہ کیا ہوگی۔ ہم ابھی اس کا تصوّر نہیں کر سکتے کیونکہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تمہیں علم نہیں ہوسکتا کہ تم کس صورت میں اٹھائے جاؤ گے۔ وَ نُنۡشِئَكُمۡ فِیۡ مَا لَا تَعۡلَمُوۡنَ ﴿۶۲﴾ (الواقعہ: ۶۲)

ہم تمہیں ایسی صورت میں اٹھائیں گے کہ تمہیں تصوّر ہی کوئی نہیں، تمہیں علم ہی کوئی نہیں ہوسکتا۔ پس یہ جو مولویوں کا واہمہ ہے کہ جنت کے ایک پیڑ کے نیچے حلوے کے ایک ڈھیر کے اوپر ہم بیٹھے حلوے کھا رہے ہوں گے یہ جاہلانہ تصوّر ہیں، ان کا قرآن سے کوئی تعلق نہیں۔ وہ تمثیلات ہیں ہمیں بتانے کے لئے کہ بہت اچھی چیزیں ہیں لیکن حقیقت میں ہماری جو موجودہ صورتیں ہیں وہ غائب ہو چکی ہوں گی۔ مٹی مٹی میں مل جائے گی سیرت سے ایک صورت نکلے گی۔ یہاں خدا کی

صورت سے مراد ظاہری صورت نہیں بلکہ سیرت ہے۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی الہ وسلم یہ فرما رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ یہ حدیث قدسی ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے آپ کو خبر دی کہ آدم کو میں نے اپنی صورت پر پیدا کیا ہے۔ یہاں جسم مراد نہیں ہے بلکہ آدم کی سیرت ہے جو مذکور ہے اور اس پہلو سے اس بات کو مزید تقویت ملی کہ انسان کی فطرت میں اللہ تعالیٰ کی فطرت کے رنگ ہیں۔

پھر یہاں تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلی الہ وسلم نے فرمایا کہ تمام مخلوقات اللہ تعالیٰ کی عیال ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ کو اپنی مخلوقات میں سے وہ شخص بہت پسند ہے جو اس کے عیال کے ساتھ اچھا سلوک کرتا ہے اور ان کی ضروریات میں خیال رکھتا ہے۔ یہاں لفظ عیال اس لئے استعمال فرمایا ہے کہ بنی اسرائیل کا یہ زعم غلط ثابت ہو جائے کہ خدا ان کو بصورتِ خاص ایسا پیار کرتا ہے کہ کسی اور انسان سے ممکن ہی نہیں۔ اگر یہ مضمون بیان نہ کرنا ہوتا تو ہوسکتا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلی الہ وسلم اس خیال سے کہ کسی کو غلط فہمی نہ ہو جائے خدا کی ذات سے تعلق میں عیال کا لفظ استعمال نہ فرماتے۔ بنی اسرائیل کو Children of Israel کہا جاتا ہے اور اس پر وہ بڑا فخر کرتے ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں کہ ہم ہی اللہ کے بچے ہیں اور کوئی نہیں۔ تو ساری مخلوق کو عیال اللہ فرما دیا اور اس میں کمال یہ ہے کہ مخلوق کا لفظ استعمال فرمایا ہے انسان کا نہیں تا کہ انسان کو بھی یہ گمان نہ ہو کہ میں ہی زیادہ پیارا ہوں، پیارا وہی ہوگا جو خدا کے قریب ہوگا اور آنحضرت ﷺ نے یہی مضمون ساتھ بیان فرما دیا۔

فاحب الخلق الى الله من احسن الى عياله (حدیقۃ الصالحین صفحہ: ۵۷۳)

خدا کے نزدیک سب سے اچھی مخلوق وہ ہے جو اس کی مخلوق کی قدر دان ہو، اس کے لئے خیر پیدا کرنے والی ہو، اس کی بھلائی چاہتی ہو۔ پس عیال کا معنی بھی سمجھ آ گیا کہ نعوذ باللہ ظاہری اولاد مراد نہیں۔ اس مضمون کا کسی معنوں میں بھی اس سے کوئی دور کا بھی تعلق نہیں ہے۔ مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی تخلیق ہے مگر پیاری ہے اور خالق کو اپنی ہر خلقت سے ایک پیار ہوتا ہے، ہر تخلیق سے ہوتا ہے۔ وہ پیار ہے جو یہاں بیان ہوا ہے اور یہ بھی روشنی ڈال دی گئی کہ ماں کو اپنے بچوں سے کیوں پیار ہوتا ہے۔ ماں اپنے عیال سے اس لئے پیار کرتی ہے کہ وہ اپنے جیسے کچھ وجود پیدا کرتی ہے۔ ان وجودوں پر ماں کی چھاپ ہوتی ہے اور ان سے اس چھاپ کی وجہ سے اس کا گہرا تعلق پیدا ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم نے تو کائنات کی ہر چیز کو پیدا کیا ہے اور ناممکن ہے کہ خالق کسی چیز کو

پیدا کرے اور اس کی خالقیت کا کوئی نقش اس پیدا شدہ چیز پر نہ ہو یہ ہو ہی نہیں سکتا۔ کہیں تھوڑا ہوگا کہیں زیادہ ہوگا۔ ان میں سے بہترین کون سی ہے حالانکہ سب چیزیں اللہ کی پیدا کردہ ہیں۔ مراد یہ ہے کہ ہر چیز پر خدا کا بہر حال ایک نقش ضرور ایسا ہے جو خدا سے تعلق کے لئے اس کو ایک رابطے کا کام دیتا ہے خواہ اس کی دوسری شکلیں خدا سے ظاہری طور پر کوئی بھی تعلق نہ رکھتی ہوں۔ اب انسان ہے، انسان کے اندر بے شمار کمزوریاں بھی ہیں ان سے خدا تعالیٰ کا تعلق نہیں وہ تو خدا تعالیٰ کی چھاپ نہیں ہیں، وہ خدا تعالیٰ کی چھاپ کا عدم ہیں۔ پس خدا کی ساری مخلوقات میں کچھ مثبت پہلو ہیں جو خدا تعالیٰ کے نقش کی یاد کراتے ہیں۔ یہاں اللہ کا نقش دکھائی دیتا ہے، کچھ منفی پہلو ہیں جو خدا تعالیٰ کی صفات سے ہٹنے کے نتیجہ میں یا دور ہونے کے نتیجہ میں اس میں پیدا ہو جاتے ہیں۔ پس انسان خدا کی فطرت پر پیدا ہوا ہے۔ اس کا یہ معنی نہیں ہے کہ ہر انسان اسی طرح حسین ہے جیسے ایک خالق کی ہر تخلیق ویسی ہی ہوگی۔ خالق نے تو ٹھیک تخلیق بنائی لیکن اگر اس کی تخلیق کے رنگ قائم رکھنے میں ہر ایک نے الگ الگ سلوک کیا ہے۔ اگر ایک اچھے آرٹسٹ کی تصویر آپ دیکھیں جو خواہ سینکڑوں سال پرانی ہو اس سے طبیعت کے اوپر اس کی صلاحیتوں کا، اس کی اعلیٰ قدروں کا، اس کے ذہن کے اندر حسن کا جو تصوّر ہے اس کا بہت اچھا اور گہرا اثر پڑتا ہے لیکن اگر اس تصویر پر کوئی بچہ سیاہی پھیر دے یا کوئی جاہل اس کے اندر کوئی رخنہ ڈال دے تو اس تصویر کی قیمت ہی کوئی نہیں رہتی۔ جن تصویروں میں ایسا نقص پیدا ہو جائے وہ آرٹ کی اعلیٰ قابل قدر حد سے نکل ہی جایا کرتی ہیں۔ اگر ہر نقش کو بگاڑ دیا جائے تو پھر اس کا کیا بنے گا۔ یہ وہ مضمون ہے جس کو پیش نظر رکھنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اپنی فطرت پر پیدا فرمایا لیکن ہم نے اس فطرت کی حفاظت نہیں کی۔ انسان اس وقت اس فطرت کے قریب تر ہوتا ہے جب وہ معصوم ہو اور اسی لئے بچے کے متعلق فرمایا **کل مولود یولد علی الفطرة** (بخاری کتاب الجنائز حدیث نمبر:۱۲۹۶) کہ ہر مولود فطرت پر پیدا ہوتا ہے۔ یہاں وہی فطرت مراد ہے جو اللہ کی فطرت ہے۔

بچے میں جو معصومیت ہے جب تک ویسی معصومیت انسان میں پیدا نہ ہو اس وقت تک خدا کی فطرت وہاں رنگ نہیں دکھا سکتی اور اسی لئے توبہ کرنے والے کے متعلق آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ وہ ایسا ہی ہو جاتا ہے جیسے نوزائیدہ بچہ ہو۔

پس دیکھیں وہی مضمون ہے جس کو مختلف شکلوں میں پھیر پھیر کر بیان کیا جارہا ہے کہ ہر قسم

کی سوچ والے انسان کو سمجھ آسکے، اس کے دل پر نقش ہو جائے۔

پس ہم خدا کی فطرت پر ہیں لیکن ہم نے ہر اس جگہ جہاں رنگ بھرنے چاہئیں تھے وہاں اللہ کے رنگ نہ بھرے بلکہ غیر اللہ کے رنگ بھر دیئے۔ اپنی تمناؤں کے رنگ بھر دیئے۔ اپنے ان تعلقات کے رنگ بھر دیئے جن کی بناء خدا کی محبت نہیں بلکہ غیر اللہ کی محبت ہے۔ پس وہی سادہ کاغذ جس میں خدا کی تصویر ابھرنی چاہیئے تھی وہاں جگہ جگہ غیر اللہ کی تصویریں ابھرتی ہیں اور بڑی بھیانک تصویریں ابھرتی ہیں۔ اس صورت میں وہ چیز قدر کے لائق نہیں رہتی۔ اس صورت میں وہ چیز جلا دینے کے قابل ٹھہرتی ہے۔ پس اسی لئے قرآن کریم نے ہمیں سکھایا کہ یہ دعا کرو کہ

رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا ۚ سُبْحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ (آل عمران: ۱۹۲)

اے اللہ تو نے یہ چیزیں باطل تو پیدا نہیں کی تھیں اگر اپنی فطرت پر پیدا کی تھیں تو باطل کیسے ہو سکتی تھیں لیکن ہم جانتے ہیں کہ ہم اس فطرت کی حفاظت نہیں کر سکتے، اس کی قدر نہیں کرتے۔ اس سے اتنا دور جا پڑتے ہیں۔ ان نقوش کو ایسا بھیانک بنا دیتے ہیں کہ اس کے بعد یہ جلانے کے قابل رہ جاتی ہے۔ پس وہ پردہ جس پر ایک بہت اعلیٰ قسم کے مصور نے اپنے کمالات کا اظہار کیا ہو اور بعد میں وہ کسی جاہل کے ہاتھوں پڑ جائے اور وہ اس کا حلیہ بگاڑ دے تو اس کو اگر آپ بیچنے کی کوشش کریں گے تو جس کے پاس جائیں گے وہ آپ کو یہی مشورہ دے گا کہ آگ میں جلا دو۔ جیسے ہمارے وہاں بعض دفعہ مذاق میں کہتے ہیں کہ تم اس سے چائے پکا لو یعنی ان کاغذوں کو جلا کر کچھ تو فائدہ اٹھاؤ۔ اس کے سوا اس کا کوئی فائدہ نہیں، تو وہی مضمون ہے کہ اے خدا ہمیں ایسا نہ بننے دینا کہ آگ کے ایندھن کے سوا ہماری قیمت کوئی نہ رہے اور جلا کر بھسم کئے جانے کے لائق ٹھہرائے جائیں۔

پس اس لئے ضروری ہے کہ غیر اللہ سے اللہ کی طرف دوڑو۔ اب اس پہلو سے جب آپ اپنے حالات پر غور کریں یا میں کرتا ہوں تو صاف دکھائی دیتا ہے کہ بہت سے اندھیرے گوشے ہیں جہاں توحید کی روشنی ایسی نہیں چمکی کہ وہاں غیر اللہ کے جو چھپے ہوئے وجود ہیں۔ ایسے وجود ہیں کہ جو بعض دفعہ ظاہر ہوتے ہیں اور بعض دفعہ دکھائی نہیں بھی دیتے لیکن عمل کر رہے ہوتے ہیں جس طرح بعض دفعہ جراثیم کسی کو اندر اندر کھا رہے ہوتے ہیں، وہ وجود نہیں دکھائی دیتے جب تک کہ توحید کا پورا نور ہر گوشے پر نہ چمک اٹھے۔ اسی لئے توحید پہلے ہے اور تبتل بعد میں ہے۔ حضرت شیخ سعدیؒ نے

فرمایا ہے۔

ہر بیشہ گماں مبر کہ خالیست
شاید کہ پلنگ خفتہ باشد

جھاڑیوں یا درختوں کا ہر وہ جھرمٹ جس میں جانور چھپ جاتے ہیں تم بے فکری سے اس جنگل میں یوں نہ چلنا کہ گویا ہر جھرمٹ، ہر گوشہ جو ہے وہ جانوروں سے خالی پڑا ہے۔ ’شاید کہ پلنگ خفتہ باشد‘ ہوسکتا ہے کہ کوئی چیتا اس میں چھپا ہوا ہو۔ پس انسان کے لئے اس میں ایک بڑی عظیم نصیحت ہے۔ ہم اپنے دل کے گوشوں سے بے خبر سفر کرتے رہتے ہیں اور یہ نہیں جانتے کہ اس میں بہت سے چیتے بلکہ بہت ہی زیادہ ہولناک جانور چھپے ہوئے ہیں۔ انذار کا مضمون اس بات سے تعلق رکھتا ہے جو اس آیت میں بیان فرمایا گیا ہے کہ اِنِّیْ لَکُمْ مِّنْہُ نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌ میں خدا کی طرف سے تمہیں کھلا کھلا ڈرانے والا ہوں۔ پس وہ ڈرانے والی کیا بات ہے! وہ یہ بات ہے کہ ہمارے وجود میں، تمہیں بتاتا ہوں کہ غیر اللہ کے بہت سے نقوش تمہارے دل میں موجود ہیں جنہوں نے فطرت کے اس نقش کو چھپا دیا ہے جس پر خدا نے تمہیں پیدا کیا ہے۔ جب تک وہ نقش ظاہر نہیں ہوگا خدا سے ایک میٹنگ پوائنٹ نہیں بنے گا۔ اتحاد اور اتصال کی جگہ قائم نہیں ہوسکتی۔ ہر چیز پر ہر دوسری چیز کا نقش جم ہی نہیں سکتا جب تک وہ چیز اتنی صاف نہ ہو یا اتنی اس کی نوعیت کے مطابق نہ ہو جائے کہ وہ باہم ایک دوسرے کے ساتھ ایک طبعی تعلق رکھتے ہوں۔

بعض سیاہیوں پر دوسرے رنگ نہیں چڑھ سکتے۔ بعض چکنے کاغذ پر بعض اور قسم کی سیاہیاں نہیں لکھی جاسکتیں مگر جب ان کے مزاج کی سیاہی استعمال کریں تو وہ فوراً بڑے شوخ رنگ میں ظاہر ہوتی ہیں۔ تو فرمایا کہ خدا کا خوف کرو، خدا کی طرف تم نے دوڑنا ہے، کس چیز سے دوڑنا ہے، تمہارے وجود کے اندر غیر اللہ کے رنگ موجود ہیں، ہر رنگ کی نشاندہی کرنی ہوگی۔ جہاں غیر اللہ کا رنگ دیکھو گے اس رنگ کو چھوڑ کر اللہ کے رنگ کی طرف دوڑنا ورنہ تو خدا کا وجود ہر جگہ ہے۔ آپ کہاں سے کس طرف دوڑیں گے مگر اپنے وجود میں ڈوب کر آپ اگر دیکھیں گے تو آپ کو ہر جگہ سے دوڑنے کی اتنی جگہیں دکھائی دیں گی کہ آپ حیران رہ جائیں گے کہ ان خطرات کی حالت میں میں زندگی بسر کر رہا تھا۔ پھر یہ اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ وہ ہمیں اس حالت میں موت نہیں دیتا کہ ابھی ہم نے غیر اللہ سے

اللہ کی طرف سفر اختیار نہیں کیا ہوا۔ ظاہراً کیا ہوا ہے، ارادوں کی صورت میں کیا ہوا ہے لیکن جب عملاً یہ سفر شروع کرتے ہیں تو اتنے مضبوط بندھن ہم غیر اللہ سے باندھ چکے ہوتے ہیں کہ ہماری خواہشات کا جو سلسلہ ہے وہ اتنا وسیع ہے کہ ان خواہشات کی رسی توڑنا ایک بہت بڑا کام ہے۔ غیر اللہ کا خوف ہے وہ بھی دامنگیر ہے، غیر اللہ کی طمع ہے وہ بھی دامنگیر ہے اور انسانی تعلق کے ہر دائرے میں یہ رسے بندھے ہوئے ہیں۔ ایک گوشہ تو نہیں جہاں خطرہ ہو، دل کے سارے گوشوں میں خطرات ہی خطرات بسے ہوئے ہیں۔ اس لئے فرمایا فَفِرُّوْٓا اِلَى اللّٰهِ خدا کے لئے خدا کی طرف دوڑو۔ اِنِّيْ لَكُمْ مِّنْهُ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ۔ میں اس کی طرف سے تمہیں کھلم کھلا ڈرانے والا ہوں۔ پس اس حیرت انگیز انتباہ کے اور اتنے روشن انتباہ کے بعد ہمیں لازماً بیدار مغزی سے اپنے نفوس کا مشاہدہ کرنا ہوگا۔ وہ جگہیں تلاش کرنی ہوں گی جہاں غیر اللہ کے بھیانک، بدصورت اور مہلک جانور چھپے بیٹھے ہیں۔ ان سے تعلق توڑ کر خدا کی طرف جانا ہوگا اور اس طرح خدا کی طرف جانے کے بعد بہت سے رستے نکل آئیں گے۔ ایک انسان کا ایک مزاج ہے، اسی پر انسان غور کر کے دیکھ لے۔ مثلاً کسی سے محبت کا تعلق، رحمت، شفقت کا مزاج۔ اس میں اللہ تعالیٰ کے مزاج کا اپنا ایک رنگ ہے اور غیر اللہ میں بھی رحمت اور شفقت پائی جاتی ہے لیکن اس کا ایک اور رنگ ہے۔ پس رنگوں کا مضمون اس تعلق میں تب ظاہر ہوگا جب آپ اپنی ایک ایک صفت پر غور کریں گے اور معلوم کرنے کی کوشش کریں گے کہ اس صفت میں اللہ کا رنگ ہے یا غیر اللہ کا رنگ۔ دیکھنے والے کو تو ہر شفیق آدمی شفیق ہی دکھائی دے گا۔ وہ پیار کرتا ہے، محبت کرتا ہے تو کہتے ہیں کہ بڑا ہی محبت کرنے والا مہربان وجود ہے۔ لیکن جب آپ دیکھیں گے کہ اس کی محبت عدل سے عاری ہے۔ جب دیکھیں گے کہ اس کی محبت غیر اللہ کی عبادت کرنے والی محبت بن جاتی ہے تو اس کے اندر اللہ کا رنگ نہیں ہوگا۔ بظاہر صفت نظر آئے گی۔ رحمانیت اور رحیمیت کے کچھ جلوے آپ اس کی ذات میں دیکھیں گے لیکن صِبْغَةَ اللّٰهِ سے عاری، اللہ کے رنگ سے خالی، تو یہ مضمون اور زیادہ گہرا ہو جاتا ہے اور زیادہ احتیاط کا تقاضا کرتا ہے کہ محض خدا کی ظاہری صفات کا کسی بندے میں پایا جانا کافی نہیں، اس کی ہر صفت پر جو خدا کی صفت سے ملتی جلتی ہے اللہ کے رنگ کا غالب آنا ضروری ہے جب وہ صِبْغَةَ اللّٰهِ کے رنگ کے مشابہ ہو جائے تو پھر رحمانیت محبت کے لائق ہو گی، پھر رحیمیت محبت کے لائق ہو گی اس کے بغیر محض

دھوکے کی باتیں ہیں۔

آئندہ خطبہ میں اس مضمون کے دوسرے پہلوؤں پر انشاء اللہ روشنی ڈالوں گا کیونکہ یہ ہماری اصلاح کے لئے بہت اہمیت رکھتا ہے۔ جب تک ہم اس مضمون کی گہرائیوں میں اتر کر خود اپنا مربی بننے کی صلاحیت اختیار نہیں کرتے تو ہم دنیا کے مربی نہیں بنائے جاسکتے اور میں سمجھتا ہوں کہ اب جو غلبے کا وقت آرہا ہے اس کے آثار ظاہر ہو چکے ہیں۔ اس کے ساتھ اس مضمون کا بہت گہرا تعلق ہے اگر ہمیں خدا نے جلدی غلبہ عطا کر دیا اور ہم مربی بننے کی صلاحیت سے عاری رہے تو ہم دنیا میں اللہ کے رنگ پھیلانے کی بجائے کچھ اللہ کے رنگ اور کچھ غیر اللہ کے رنگ پھیلانے والے بن جائیں گے جو بہت ہی خطرناک صورت ہے اور اگر اللہ تعالیٰ نے یہ ناپسند فرمایا کہ اس حالت میں ہم دنیا کی غلط تربیت کریں تو پھر ہماری فتح کا دن بہت دور تک ٹال دیا جائے گا۔ جو قریب آتی ہے وہ دور کر دی جائے گی۔ پس آپ اپنے نفس کے سچے مربی بن جائیں۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں، میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ وہ فتحیں جو دور ہیں وہ آپ کے قریب کر دی جائیں گی۔ یہ نہیں ہوگا کہ قریب کی فتحیں آپ سے دور ہٹا دی جائیں اور اس میں گہری حکمت کا راز ہے۔ اس کو سمجھیں اور بڑے غور سے ان مضامین کو سنیں اور کوشش کریں کہ آپ کے اندر اپنے نفس کی تربیت کی صلاحیت پیدا ہو جائے۔ اللہ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)۔